فتاویٰ امن پوری (قسط ۳۱۴)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: اگر پانی میں کوئی شے مل جائے، تو کیا اس سے وضو ہو سکتا ہے؟

جواب: پانی میں ملنے والی شے پاک ہے، تو پانی بھی پاک ہے، اس سے وضو کیا جا سکتا ہے، اگر ناپاک شے ملی ہے اور پانی کی مقدار دو بڑے مٹکوں سے کم ہے، تو پانی ناپاک ہو چکا ہے، اس سے طہارت جائز نہیں۔ اگر پانی دو بڑے مٹکوں کے برابر یا اس سے زائد ہے، تو دیکھا جائے گا کہ گندگی گرنے سے اگر اس کے اوصاف ثلاثہ (رنگ، بو، ذائقہ) میں سے کوئی وصف بدل گیا ہے، تو پانی ناپاک ہے، ورنہ پاک ہے، اس سے وضو جائز ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پانی کے متعلق سوال ہوا، جس پر جانور اور درندے وارد ہوتے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلِ الْخَبَثَ .

جب پانی دو قلے (مٹکے) ہو، تو (گندگی گرنے سے جب تک اس کا رنگ، بو یا ذائقہ نہ بدلے) ناپاک نہیں ہوتا۔"

(مسند الإمام أحمد : 26/2، سنن أبي داود : 63، واللّفظ لهٗ، سنن النسائي : 52)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۹۲) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۲۴۹) نے صحیح قرار دیا ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ (۱/۱۳۲۔۱۳۳) نے امام بخاری و امام مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

امام طبری رحمہ اللہ نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

(تهذيب الآثار [مسند ابن عباس] : 736/2)

اس حدیث کو جمہور ائمہ حدیث نے ''صحیح'' کہا ہے۔

حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ علامہ رافعی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں:

أَلْأَكْثَرُونَ صَحَّحُوا الرِّوَايَتَيْنِ جَمِيعًا، وَّقَالُوا إِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ، وَعُبَيْدَ اللّٰهِ رَوَيَاهُ عَنْ أَبِيهِمَا .

''اکثر محدثین ان دونوں روایات کو صحیح کہتے ہیں، نیز کہتے ہیں کہ عبد اللہ اور عبید اللہ دونوں نے یہ حدیث اپنے والد سے بیان کی ہے۔''

(البدر المنير :409/1)

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَمَّا حَدِيثُ الْقُلَّتَيْنِ فَأَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ عَلٰى أَنَّهٗ حَدِيثٌ حَسَنٌ يُحْتَجُّ بِهٖ .

''قلتین والی حدیث کے متعلق اکثر اہل علم کا کہنا ہے کہ یہ حدیث حسن اور قابل حجت ہے۔''

(مجموع الفتاویٰ :41/21)

حافظ خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَفٰى شَاهِدًا عَلٰى صِحَّتِهٖ أَنَّ نُجُومَ الْأَرْضِ مِنْ أَهْلِ الْحَدِيثِ قَدْ صَحَّحُوهُ وَقَالُوا بِهٖ وَهُمُ الْقُدْوَةُ وَعَلَيْهِمُ الْمُعَوَّلُ فِي هٰذَا الْبَابِ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے کے لیے یہ گواہی کافی ہے کہ زمینی ستاروں کے

جیسے محدثین نے اسے صحیح کہا ہے اور اس کے مطابق مذہب بنایا ہے، یہ محدثین قدوہ ہیں اور احکام و مسائل میں انہی کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔''

(معالم السنن :36/1)

حافظ ابن مندہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادُهٗ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ .

''یہ سند مسلم کی شرط پر ہے۔''

(التلخيص الحبير لابن حجر :36/1)

امام طحاوی حنفی نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

(شرح معاني الآثار :16/1)

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَحِيحٌ ثَابِتٌ، لَا مَغْمَزَ فِيهِ .

''یہ حدیث صحیح ثابت ہے، اس میں کوئی ضعف نہیں۔''

(المحلّٰی بالآثار :151/1)

حافظ جوزقانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ .

''یہ حدیث حسن ہے۔''

(الأباطيل :321)

حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثٌ حَسَنٌ ثَابِتٌ .

''یہ حدیث حسن ثابت ہے۔''

(المجموع شرح المهذب :112/1)

حافظ عبد الحق اشبیلی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

(الأحكام الوسطى :155/1)

حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ صَحِيحٌ ثَابِتٌ .

''یہ حدیث صحیح ثابت ہے۔''

(البدر المنير :404/1)

علامہ ابن الاثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا لِطَعْنٍ فِي مَتْنِ الْحَدِيثِ، فَإِنَّهٗ فِي نَفْسِهٖ حَدِيثٌ مَّشْهُورٌ، مَعْمُولٌ بِهٖ، وَرِجَالُهٗ ثِقَاتٌ مُعَدَّلُونَ، وَلَيْسَ هٰذَا الْاِخْتِلَافُ مِمَّا يُوْهِنُهٗ، لِأَنَّهٗ يَكُونُ قَدْ رَوَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ، وَعُبَيْدُ اللّٰهِ، أَبْنَاءُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ مَعًا .

''اس حدیث کے متن میں کوئی طعن نہیں، کیونکہ یہ مشہور اور قابل عمل حدیث ہے۔ اس کے رواۃ ثقہ اور عادل ہیں۔ (سند کا) یہ اختلاف موجب ضعف نہیں، کیونکہ اس حدیث کو سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے دو بیٹوں عبد اللہ اور عبید اللہ نے ایک ساتھ بیان کیا ہے۔''

(الشافي في شرح مسند الشافعي :80/1)

حافظ ابن دقیق العید رحمہ اللہ نے بھی ''صحیح'' کہا ہے۔

(طبقات الشافعية الكبرىٰ للسّبكي : 245/2)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بھی ''صحیح'' کہا ہے۔

(حجة اللّٰه البالغة :253/1)

حافظ علائی رحمہ اللہ اضطراب کے ردو جواب میں فرماتے ہیں:

نَعْلَمُ بِهٰذَا أَنَّ الرَّاوِيَ الْوَاحِدَ إِذَا كَانَ ضَابِطًا مُّتْقِنًا، وَرَوَى الْحَدِيْثَيْنِ عَلَى الْوَجْهَيْنِ الْمُخْتَلِفَيْنِ فِيهِمَا؛ أَنَّ كُلًّا مِّنْهُمَا صَحِيحٌ .

''ہم یہ اصول جانتے ہیں کہ ایک ضابط اور متقن راوی دو مختلف سندوں سے دو حدیثیں بیان کرے، تو وہ دونوں صحیح ہوتی ہیں۔''

(جزء في تصحيح حديث القلتين والكلام على أسانيده، ص 35)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَدَارُهُ عَلَى الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ، فَقِيلَ : عَنْهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ، وَقِيلَ عَنْهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ، وَتَارَةً عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَتَارَةً عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، وَالْجَوَابُ أَنَّ هٰذَا لَيْسَ اضْطِرَابًا قَادِحًا فَإِنَّهٗ عَلٰى تَقْدِيرِ أَنْ يَّكُونَ الْجَمِيعُ مَحْفُوظًا انْتِقَالٌ مِنْ ثِقَةٍ إِلٰى ثِقَةٍ وَعِنْدَ التَّحْقِيقِ؛ اَلصَّوَابُ أَنَّهٗ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ

الْمُكَبَّرِ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ الْمُصَغَّرِ وَمَنْ رَوَاهُ عَلٰى غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ فَقَدْ وَهِمَ .

''سند کا مدار ولید بن کثیر پر ہے، ولید ایک سند میں محمد بن جعفر بن زبیر سے بیان کرتا ہے، دوسری میں محمد بن عباد بن جعفر سے، کبھی عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر سے، تو کبھی عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمر سے۔ جواب یہ ہے کہ یہ ایسا اضطراب نہیں کہ جو حدیث میں جرح کا موجب ہو، کیونکہ ممکن ہے کہ تمام روایات ہی محفوظ ہوں اور ایک ثقہ سے روایت کرنے کے بعد وہی روایت دوسرے ثقہ راوی سے بھی کر دی۔ لیکن تحقیق یہ ہے کہ اس روایت کو ولید بن کثیر نے محمد بن عباد بن جعفر عن عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمر المکبر کی سند سے بیان کیا ہے، اسی طرح محمد بن جعفر بن زبیر عن عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر المصغر کی سند سے روایت کیا ہے۔ جس نے بھی اس کے برعکس بیان کیا، وہ وہم ہے۔''

(التّلخیص الحبیر :36/1)

حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثُ الْقُلَّتَيْنِ حَسَنٌ، صَحَّحَهُ الْحُفَّاظُ وَحَسَّنُوهُ، وَالرِّوَايَةُ الْأَخِيرَةُ : إِذَا كَانَ قُلَّتَيْنِ فَإِنَّهٗ لَا يُنَجَّسُ، صَحِيحَةٌ، قَالَ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ : إِسْنَادُهَا جَيِّدٌ، وَقَالَ الْحَاكِمُ : صَحِيحٌ، وَلَا تُقْبَلُ دَعْوٰى مَنِ ادَّعَى اضْطِرَابَهٗ، وَعَلَى الْحَدِيثُ اعْتِرَاضَاتٌ

عَنْهَا أَجْوِبَةٌ صَحِيحَةٌ مَّشْهُورَةٌ .

''حدیث قلتین حسن ہے، اسے حفاظ نے صحیح اور حسن کہا ہے۔ دوسری روایت: ''جب پانی دو قلے ہو تو نجس نہیں ہوتا۔'' بھی ''صحیح'' ہے۔ امام یحیٰی بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی سند ''جید'' ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔ جو شخص اس حدیث کے مضطرب ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، اس کی بات قبول نہیں کی جائے گی۔ اس حدیث پر اور بھی اعتراضات کیے گئے ہیں، جن کے درست اور مشہور جوابات دیے جا چکے ہیں۔''

(الإيجاز في شرح سنن أبي داود، ص 282-283)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَوْلُهُ : لَمْ يَحْمِلِ الْخَبَثَ، مَعْنَاهُ لَمْ يُنَجَّسْ بِوُقُوعِ النَّجَاسَةِ فِيهِ، كَمَا فَسَّرَهُ فِي الرِّوَايَةِ الْأُخْرَى الَّتِي رَوَاهَا أَبُو دَاوُد وَابْنُ حِبَّانَ وَغَيْرُهُمَا : إِذَا بَلَغَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يُنَجَّسْ وَالتَّقْدِيرُ : لَا يَقْبَلُ النَّجَاسَةَ، بَلْ يَدْفَعُهَا عَنْ نَفْسِهِ، وَلَوْ كَانَ الْمَعْنٰى : أَنَّهُ يَضْعُفُ عَنْ حَمْلِهِ؛ لَمْ يَكُنْ لِلتَّقْيِيدِ بِالْقُلَّتَيْنِ مَعْنٰى، فَإِنَّ مَا دُونَهُمَا أَوْلٰى بِذٰلِكَ، وَقِيلَ : مَعْنَاهُ لَا يَقْبَلُ حُكْمَ النَّجَاسَةِ كَمَا فِي قَوْلِهِ تَعَالٰى : ﴿مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا﴾(الجمعة : ٥) أَيْ لَمْ يَقْبَلُوا حُكْمَهَا .

''فرمانِ نبوی: ''گندگی کونہیں اٹھاتا۔'' اس کا معنی ہے کہ نجاست گرنے سے نجس نہیں ہوتا۔ جیسا کہ سنن ابی داود اور صحیح ابن حبان وغیرہما کی دوسری حدیث میں اس کی وضاحت ہے: ''جب پانی دو قلے (مٹکے) ہوں، تو ناپاک نہیں ہوتا۔'' یعنی نجاست قبول نہیں کرتا، بلکہ اسے دور کر دیتا ہے۔ اگر یہ معنی ہوتا کہ گندگی اٹھانے سے عاجز آ جاتا ہے، تو دو قلے کی قید لگانے کا کوئی معنی نہیں، کیونکہ دو قلوں سے کم پانی تو بالاولیٰ عاجز آ جاتا ہے۔ ایک قول کے مطابق اس کا معنی یہ ہے کہ نجاست کا حکم قبول نہیں کرتا، جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ میں ہے: ﴿مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا﴾(الجمعة : ٥) ''جنہیں تورات دی گئی، لیکن انہوں نے اسے قبول نہ کیا، ان کی مثال گدھے کی سی ہے، جس پر کتابیں لادی گئیں۔'' یعنی انہوں نے تورات کا حکم قبول نہیں کیا۔''

(التلخيص الحبير :140/1)

شواہد:

اس حدیث کے شواہد بھی ہیں۔

① ایک روایت کے الفاظ ہیں:

إِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ فَإِنَّهُ لَا يَنْجُسُ .

''جب پانی دو قلے ہو، تو (گندگی گرنے سے) ناپاک نہیں ہوتا۔''

(سنن أبي داود : 65، سنن ابن ماجه : 518، سنن الدارقطني :22/1)

اس حدیث کو امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے ''جید الاسناد'' کہا ہے۔

(تاريخ ابن معين برواية الدوري :217/1)

امام ابن الجارود رحمہ اللہ (٤٦) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ مَّوْصُولٌ .

''یہ سند صحیح اور متصل ہے۔''

(معرفة السنن والآثار : 89/2)

② دوسری روایت کے الفاظ ہیں:

إِذَا بَلَغَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلِ الْخَبَثَ .

''جب پانی دو قلے ہو، تو گندگی نہیں اٹھاتا۔''

(سنن أبي داود : 64، سنن ابن ماجه : 517، سنن الدارقطني :19/1، واللّفظ لهٗ، وسندهٗ حسنٌ)

حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِذَا بَلَغَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلِ الْخَبَثَ، مَعْنَاهُ : لَمْ يَنْجُسْ بِمُلَاصَقَةِ النَّجَاسَةِ وَوُقُوعِهَا فِيهِ فِيهِ، كَمَا فَسَّرَهٗ فِي الرِّوَايَةِ الْأُخْرٰى، تَقْدِيرُهٗ : لَا يَقْبَلُ النَّجَاسَةَ، بَلْ يَدْفَعُهَا عَنْ نَفْسِهٖ، كَمَا يُقَالُ : فُلَانٌ لَّا يَحْمِلُ الضَّيْمَ؛ أَيْ : لَا يَقْبَلُهٗ وَلَا يَصْبِرُ عَلَيْهِ، بَلْ يَأْبَاهُ، وَأَمَّا قَوْلُ بَعْضِ الْمَانِعِينَ لِلْعَمَلِ بِالْقُلَّتَيْنِ : إِنَّ مَعْنَاهُ أَنَّهٗ يَضْعُفُ عَنْ حَمْلِهٖ؛ فَخَطَأٌ فَاحِشٌ مِنْ أَوْجُهٍ :

أَحَدُهَا : أَنَّ الرِّوَايَةَ الْأُخْرٰى مُصَرَّحَةٌ بِغَلَطِهٖ، وَهِيَ قَوْلُهٗ : فَإِنَّهٗ لَا يُنَجَّسُ .

اَلثَّانِي : أَنَّ الضَّعْفَ عَنِ الْحَمْلِ إِنَّمَا يَكُونُ فِي الْأَجْسَامِ، كَقَوْلِكَ : فُلَانٌ لَّا يَحْمِلُ الْخَشَبَةَ؛ أَيْ : يَعْجِزُ عَنْهَا لِثِقَلِهَا، وَأَمَّا فِي الْمَعَانِي فَمَعْنَاهُ : لَا يَقْبَلُهٗ، كَمَا ذَكَرْنَا .

اَلثَّالِثُ : أَنَّ سِيَاقَ الْكَلَامِ يُفْسِدُهٗ؛ لِأَنَّهٗ لَوْ كَانَ الْمُرَادُ أَنَّهٗ يَضْعُفُ عَنْ حَمْلِهٖ لَمْ يَكُنْ لِلتَّقْيِيدِ بِالْقُلَّتَيْنِ مَعْنًى، فَإِنَّ مَا دُونَهُمَا أَوْلٰى بِذٰلِكَ .

''فرمان رسول ﷺ: ''جب پانی دو قلے ہو، تو گندگی کو نہیں اٹھاتا۔'' کا معنی یہ ہے کہ گندگی ملنے یا گرنے سے ناپاک نہیں ہوتا۔ جیسا کہ دوسری روایت میں اس کی وضاحت موجود ہے۔ تو حدیث کا مفہوم یہ ہوگا کہ نجاست کو قبول نہیں کرتا، بلکہ اسے دور کر دیتا ہے۔ جیسا کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص ظلم وزیادتی کو نہیں اٹھاتا، مطلب کہ ظلم وزیادتی قبول نہیں کرتا اور نہ اس پر صبر کرتا ہے، بلکہ اس کا رد کرتا ہے۔ حدیث قلتین پر عمل نہ کرنے والوں کا یہ کہنا کہ اس حدیث کا یہ معنی ہے کہ اتنی مقدار کا پانی گندگی اٹھانے سے قاصر رہتا ہے۔ یہ معنی کئی وجہ سے غلط ہے؛

① دوسری روایت اس معنی کی غلطی کو واضح کرتی ہے، جیسا کہ فرمان نبوی ہے: فَإِنَّهٗ لَا يُنَجَّسُ ''بے شک وہ نجس نہیں ہوتا۔''

② کسی چیز کو اٹھانے میں کمزوری کا شکار ان اشیا میں ہوا جاتا ہے، جو جسم رکھتی ہوں، جیسے آپ کہتے ہیں: فُلَانٌ لَّا يَحْمِلُ الْخَشَبَةَ ''فلاں شخص لکڑی نہیں اٹھا سکتا۔'' یعنی لکڑی بھاری ہونے کی وجہ سے وہ اسے اٹھانے سے قاصر ہے۔ لیکن معنوی اشیا میں اس کا معنی ہوگا کہ وہ اسے قبول نہیں کرتا۔ جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں۔

③ سیاق کلام سے اس معنی کا فساد واضح ہو جاتا ہے، کیونکہ اگر یہ مراد ہوتی کہ پانی اس گندگی کو اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا، تو دو مٹکوں کی قید لگانے کا کوئی معنی نہیں، کیونکہ دو مٹکوں سے کم پانی تو بالاولیٰ گندگی کو نہیں اٹھا سکتا۔''

(الإيجاز في شرح سنن أبي داود، ص 286-287)

امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : الْمَاءُ لَا يُنَجِّسُهٗ شَيْءٌ، لَفْظَةٌ أُطْلِقَتْ عَلَى الْعُمُومِ تُسْتَعْمَلُ فِي بَعْضِ الْأَحْوَالِ وَهُوَ الْمِيَاهِ الْكَثِيرَةِ الَّتِي لَا تَحْتَمِلُ النَّجَاسَةَ فَتَظْهَرَ فِيهَا وَتَخُصُّ هٰذِهِ اللَّفْظَةَ الَّتِي أُطْلِقَتْ عَلَى الْعُمُومِ وُرُودُ سُنَّةٍ وَهُوَ قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يُنَجِّسْهُ شَيْءٌ، وَيَخُصَّ هٰذَيْنِ الْخَبَرَيْنِ الْإِجْمَاعُ عَلٰى أَنَّ الْمَاءَ قَلِيلًا كَانَ أَوْ كَثِيرًا فَغَيَّرَ طَعْمَهٗ أَوْ لَوْنَهٗ أَوْ رِيحَهٗ نَجَاسَةٌ وَقَعَتْ فِيهَا أَنَّ ذٰلِكَ الْمَاءَ نَجِسٌ بِهٰذَا الْإِجْمَاعِ الَّذِي يَخُصُّ عُمُومَ تِلْكَ

اللَّفْظَةِ الْمُطْلَقَةِ الَّتِي ذَكَرْنَاهَا .

''فرمان نبوی: ''پانی کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔'' یہ حدیث عام ہے، جسے بعض احوال کے ساتھ خاص کیا جائے گا، یعنی جب پانی بہت زیادہ ہو کہ جس میں نجاست گرنے سے اثر انداز نہ ہو۔ اس عام حدیث کو دوسری حدیث سے خاص کیا گیا ہے، فرمان نبوی ہے : ''جب پانی دو قلے (مٹکے) ہو، اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔'' ان دونوں احادیث کو اجماع نے خاص کر دیا کہ پانی تھوڑا ہو یا زیادہ، اگر نجاست گرنے سے اس کا رنگ، بو یا ذائقہ بدل گیا، تو وہ پانی ناپاک ہے، اس اجماع کی بنا پر جس نے ہماری ذکر کردہ حدیث کے عام الفاظ کو خاص کر دیا ہے۔''

(صحیح ابن حبان : 59/4)

آثار:

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

إِذَا بَلَغَ الْمَاءُ أَرْبَعِينَ قُلَّةً لَّمْ يُنَجَّسْ .

''جب پانی کی مقدار چالیس قلے (ڈول) ہو، تو (گندگی گرنے سے) ناپاک نہیں ہوتا۔''

(سنن الدارقطني : 27/1، تهذيب الآثار [مسند ابن عباس] للطبري : 724/2، وسنده صحيحٌ)

محمد بن منکدر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِذَا بَلَغَ الْمَاءُ أَرْبَعِينَ قُلَّةً لَمْ يُنَجَّسْ .

''جب پانی کی مقدار چالیس قلے (ڈول) ہو، تو ناپاک نہیں ہوتا۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 1533، سنن الدارقطني :27/1، وسندهٗ صحيحٌ)

ان آثار میں قلہ سے مراد معروف قلہ نہیں، بلکہ یہ غرب کے معنی میں ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِذَا كَانَ الْمَاءُ أَرْبَعِينَ غَرْبًا لَمْ يُفْسِدْهُ شَيْءٌ .

''جب پانی چالیس غرب (ڈول) ہو، تو اسے کوئی چیز نجس نہیں کرتی۔''

(تهذيب الآثار [مسند ابن عباس] للطبري : 724/2، وسندهٗ صحيحٌ)

غرب کی تعریف یہ ہے:

اَلْغَرَبُ : اَلدَّلْوُ الْعَظِيمَةُ الَّتِي تُتَّخَذُ مِنْ جَلْدِ ثَوْرٍ .

''غرب ایک بڑے ڈول کو کہتے ہیں، جو بیل کے چمڑے سے بنتا ہے۔''

(النهاية في غريب الحديث لابن الأثير : 349/3)

مطلب یہ ہے کہ غرب ڈول کو کہتے ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

لَا يُجْنِبُ أَرْبَعِينَ دَلْوًا شَيْءٌ .

''چالیس ڈول پانی کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔''

(تهذيب الآثار [مسند ابن عباس] للطبري : 724/2، وسندهٗ حسنٌ)

محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِذَا بَلَغَ الْمَاءُ كُرًّا لَمْ يَنْجُسْ .

''جب پانی ایک کُر (ایک پیمانہ) ہو جائے، تو (گندگی گرنے سے) ناپاک نہیں ہوتا۔''

(تهذيب الآثار [مسند ابن عباس] للطبري : 727/2، وسندهٗ صحيحٌ)

لیکن حدیث میں جو قلتین (دو مٹکے) کا ذکر ہے، وہاں معروف قلہ ہی مراد ہے۔ اس بنا پر یہ آثار حدیث کے مخالف نہیں، بلکہ موافق ہیں۔

قلہ کی تعریف:

محمد بن اسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْقُلَّةُ هِيَ الْجَرَادُ، وَالْقُلَّةُ الَّتِي يُسْتَقٰى فِيهَا .

''قلہ مٹکے کو کہتے ہیں، جس میں پانی پلایا جاتا ہے۔''

(سنن الترمذي، تحت الحديث : 67، وسندهٗ صحيحٌ)

حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْقُلَّةُ فِي اللُّغَةِ : اَلْجَرَّةُ الْعَظِيمَةُ سُمِّيَتْ بِذٰلِكَ، لِأَنَّ الرَّجُلَ الْعَظِيمَ يَقِلُّهَا بِيَدَيْهِ، أَيْ يَرْفَعُهَا .

''لغت میں قلہ بڑے مٹکے کو کہتے ہیں، اسے قلہ اس لیے کہتے ہیں کہ ایک طاقتور آدمی ہی اسے اپنے ہاتھوں سے اٹھا سکتا ہے۔''

(تحرير ألفاظ التنبيه، ص 132، الإيجاز في شرح أبي داود، ص 283)

علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

...... إِنَّ جَعْلَهٗ مُقَدَّرًا بِعَدَدٍ مِّنْهَا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّهٗ أَشَارَ إِلٰى أَكْبَرِهَا؛ لِأَنَّهٗ لَا فَائِدَةَ بِتَقْدِيرِهٖ بِقُلَّتَيْنِ صَغِيرَتَيْنِ، وَهُوَ يُقَدَّرُ عَلٰى تَقْدِيرِهٖ بِوَاحِدَةٍ كَبِيرَةٍ .

وَالْجَوَابُ الثَّانِي : أَنَّهٗ قَدْ وَرَدَ تَقْدِيرُهٗ بِقِلَالِ هَجَرَ، وَهِيَ مَعْلُومَةٌ، وَلِهٰذَا ذَكَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَعْرِضِ التَّعْرِيفِ لَمَّا ذَكَرَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى، وَلَا يُعَرَّفُ إِلَّا بِمَعْرُوفٍ .

''......قلوں (مٹکوں) کو (دو کے) عدد کے ساتھ خاص کرنا، اس بات کی دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بڑے قلوں کی طرف اشارہ کیا ہے، ورنہ تو دو چھوٹے قلے کہنے کا کوئی فائدہ نہ ہوا، بلکہ ایک بڑا قلہ ہی کہہ دیا جاتا۔
دوسرا جواب: قلوں کو قبیلہ ہجر کے مٹکوں سے تشبیہ دی گئی ہے، یہ معروف ہیں۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے جب سدرۃ المنتہیٰ کا ذکر کیا، تو (اس کے بیر کو) قبیلہ ہجر کے مٹکے کے ساتھ تشبیہ دی۔ اور تشبیہ معروف چیز کی ہی دی جاتی ہے۔''

(شرح الإلمام بأحاديث الأحكام :185/1)

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ، وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ، قَالُوا : إِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يُنَجِّسْهُ شَيْءٌ مَا لَمْ يَتَغَيَّرْ رِيحُهٗ أَوْ طَعْمُهٗ، وَقَالُوا : يَكُونُ نَحْوًا مِّنْ خَمْسِ قِرَبٍ .

''امام شافعی، امام احمد اور امام اسحاق رحمہم اللہ کا قول ہے کہ جب پانی دو قلے ہو، تو اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی، جب تک اس کی بو یا ذائقہ نہ بدلے، نیز کہتے ہیں کہ دو قلے تقریباً پانچ مشکیزوں کے برابر ہیں۔''

(سنن الترمذي، تحت الحديث : 67)

سوال: رنگ خوبصورت کرنے کے لیے پانی میں کوئی شے ملائی، اس سے وضو کا کیا حکم ہے؟

جواب: وضو جائز ہے۔

سوال: پانی میں نمک ملا ہے، کیا اس سے وضو جائز ہے؟

جواب: وضو جائز ہے، پاک شے کے ملنے سے ذائقہ بدلے، تو کوئی حرج نہیں۔

سوال: غیر مسلم عورت نے پانی میں ہاتھ ڈالا، کیا اس سے وضو ہو سکتا ہے؟

جواب: غیر مسلم عورت کے ہاتھ پر گندگی نہیں لگی، تو اس کا ہاتھ پاک ہے، پانی میں پڑنے سے پانی ناپاک نہیں ہوا۔

سوال: جس نلکے سے غیر مسلم لوگ پانی پیتے ہیں، کیا اس سے وضو کیا جا سکتا ہے؟

جواب: کوئی حرج نہیں۔

سوال: کیا چھپکلی کا خون ناپاک ہے؟

جواب: چھپکلی حرام ہے، اس کا خون ناپاک ہے۔

سوال: چھپکلی کی خرید وفروخت کا کیا حکم ہے؟

جواب: چھپکلی حرام ہے، اسے مارنے کا حکم دیا گیا ہے، اس کی خرید وفروخت بالاتفاق حرام اور ناجائز ہے۔

سوال: کیا محبت میں شرک ہوتا ہے؟

جواب: محبت کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں؛

① محبت عامہ؛ اس سے مراد وہ محبت ہے، جو مخلوق کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس کی کئی انواع ہیں؛

مشروع محبت:

وہ محبت، جس کی اجازت یا حکم شریعت میں ہے۔ بعض محبتیں واجب ہیں، جیسے نبی کریم ﷺ سے محبت کرنا اور مؤمنوں سے ان کی ایمان کی وجہ سے محبت کرنا اور بعض محبتیں مستحب ہیں، جیسے مؤمنوں کی آپس میں کمال محبت۔

ممنوع محبت:

اس سے مراد وہ محبت ہے، جس سے شریعت نے منع کیا ہے، اس میں شرکیہ اور حرام محبت شامل ہے، مثلاً کسی حرام شے سے محبت کرنا، جیسے شراب، زنا، جوا، سود وغیرہ سے محبت۔

مباح محبت:

جس سے شریعت نے نہ منع کیا، نہ اس کا حکم دیا۔ یہ محبت عموماً معاملات میں ہوتی ہے۔

(۲) محبت خاصہ؛ جو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے، یہ محبت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں رکھی جا سکتی۔ یہ دین کی اساس اور بنیاد ہے۔ اس محبت میں محبوب کے لیے عاجزی وانکساری، قربانی، عبادت اور خشوع وخصوع کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ یہ محبت عبادت ہے، جو اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کے لیے جائز نہیں۔ اس محبت میں اللہ کے غیر کو شریک کیا جائے، تو یہ محبت میں شرک ہوگا۔

غیر اللہ سے اللہ کے شایان شان محبت کرنا شرک اکبر کی ایک قسم ہے، اس سے مراد وہ محبت ہے، جو عاجزی، از حد اکرام و تعظیم اور محبوب پر ہر کسی کو قربان کرنے کا دوسرا نام ہے، ایسی محبت اللہ کے علاوہ کسی اور سے کرنا حرام ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ﴾(البقرة: ١٦٥)

''بعض لوگ وہ ہیں، جو اللہ کے شریک ٹھہراتے ہیں، ان سے ایسے محبت کرتے ہیں، جیسے اللہ سے کی جانی چاہیے۔''

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَخْبَرَ أَنَّ مَنْ أَحَبَّ مَنْ دُونِ اللّٰهِ شَيْئًا، كَمَا يُحِبُّ اللّٰهُ تَعَالَى، فَهُوَ مِمَّنِ اتَّخَذَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ أَنْدَادًا، فِي الْحُبِّ وَالتَّعْظِيمِ.

''اللہ تعالیٰ نے خبردار کیا ہے کہ جس نے کسی طرح سے اللہ کے علاوہ کسی کے ساتھ ایسی محبت کی، جیسی اللہ کا حق ہے، تو اس نے اسے محبت و تعظیم میں اللہ کا شریک ٹھہرا۔''(مدارج السّالكين : ٣/٢٠۔٢١)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں مشرکین کا حال بیان کر رہا ہے کہ انہوں نے اللہ کے شریک وہم سر بنا رکھے ہیں، جن کی اللہ کے ساتھ ساتھ وہ عبادت کرتے ہیں اور اللہ کی طرح ان سے محبت کرتے ہیں، حالانکہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، نہ اس کا کوئی شریک ہے، نہ کوئی ہم سر۔''(تفسير ابن كثير : ١/٢٩١)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ شرک کی دو اقسام ''شرک فی الالوھیۃ'' اور ''شرک فی الربوبیۃ'' بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''الوہیت میں شرک یہ ہے کہ اللہ کا شریک ٹھہرایا جائے، یعنی عبادت، محبت خوف، رجا یا رجوع وغیرہ میں کسی کو اس کا حصہ دار بنا لیا جائے، یہ وہ شرک ہے جسے اللہ توبہ کے بغیر معاف نہیں فرمائے گا...... اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کسی سے اللہ کی شایان شان محبت کرتا ہے، مشرک ہو جاتا ہے، جیسا کہ اللہ

تعالیٰ نے فرمایا:﴿قَالُوا وَهُمْ فِيهَا يَخْتَصِمُونَ *تَاللَّهِ إِنْ كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ *إِذْ نُسَوِّيكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ﴾(الشُّعَراء : ٩٦-٩٨)

''روز قیامت مشرکین اپنے شریکوں کے ساتھ جھگڑتے ہوئے کہیں گے: اللہ کی قسم! ہماری یہ کھلی گمراہی تھی کہ ہم تمہیں رب العالمین کے برابر کرتے تھے۔''

(مَجموع الفتاوٰی: ٩١/١، ٩٢)

نیز فرماتے ہیں:

''یہ بات معلوم ہے کہ عملی شرک کی اصل محبت میں شرک ہے، اللہ کا فرمان ہے: ''بعض لوگ اللہ کے علاوہ شریک بناتے ہیں، ان سے اللہ کی طرح محبت کرتے ہیں، حالانکہ مومن اللہ کی محبت میں شدید ہیں۔''

(قاعدة في المَحَبة ص ٦٩)

شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جس نے کسی سے اللہ کی طرح محبت کی، اس نے اسے اللہ کا شریک ٹھہرایا اور یہ شرک اکبر ہے۔''

(تیسیر العزیز الحمید، ص ٤٦٩)

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا﴾(الأنبياء : ٢٢)

''اگر زمین و آسمان میں اللہ کے علاوہ بھی الٰہ ہوتا، تو زمین و آسمان تباہ ہو جاتے۔''

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَذٰلِكَ الْقَلْبُ إِذَا كَانَ فِيهِ مَعْبُودٌ غَيْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى فَسَدَ فَسَادًا

لَا يُرْجٰى صَلَاحُهٗ إِلَّا بِأَنْ يَّخْرُجَ ذٰلِكَ الْمَعْبُودُ مِنْ قَلْبِهٖ، وَيَكُونَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَحْدَهٗ إِلٰهَهٗ وَمَعْبُودَهُ الَّذِي يُحِبُّهٗ وَيَرْجُوهُ، وَيَخَافُهٗ وَيَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَيُنِيبُ إِلَيْهِ .

''اسی طرح اگر دل میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے معبود (کی محبت) کا وجود ہو، تو ایسا فساد برپا ہوگا، جس کی درستی اسی صورت ممکن ہے، جب وہ (دوسرا) معبود دل سے نکل جائے اور صرف اکیلا اللہ تعالیٰ ہی اس کا الٰہ اور معبود ہو جائے، جس سے وہ محبت کرتا ہو، اس سے اُمید رکھتا ہو، اس سے ڈرتا ہو، اس پر توکل کرتا ہو اور اس کی طرف رجوع کرتا ہو۔''

(إغاثة اللّهفان من مصايد الشّيطان :30/1)

اہل علم کے اقوال سے واضح ہوا کہ عبادت والی محبت صرف اللہ سے ہونی چاہیے، یہی توحید الوہیت ہے، کیونکہ صرف اللہ کے سامنے مکمل عاجزی اور اسی کے ساتھ ہر طرح کی محبت کرنا عبادت کی اصل روح ہے اور یہی اسلام ہے۔

سوال: کیا بیماری کا شکوہ لوگوں سے کرنا جائز ہے؟

جواب: لوگوں سے بیماری کا شکوہ دو مقاصد کے لیے ہو سکتا ہے؛

① اگر شکوہ کا مقصد اچھا ہو، مثلاً علاج ومعالجہ کے لیے ہو، یا مشاورت کے لیے ہو وغیرہ، تو یہ صبر کے منافی نہیں، لہٰذا یہ جائز ہے۔

② اگر صرف شکوہ شکایت ہی مقصود ہو، تو یہ ناپسندیدہ ہے، یہ صبر کے منافی ہے، جو بیماری پر اجر وثواب کو ضائع کرنے کا باعث ہے۔